OPEN ACCESS
Al-Idrak
Research Journal
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchjournal.com

سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں معاشی استحکام کا تحقیقی مطالعہ

A Research Study of Economic Stability in the light of Prophet's Biography

☆ **Dr. Habib ur Rehman**

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts, Science & Technology, Islamabad, Pakistan.

☆ ☆ **Dr. Hafiz Abdul Rashid**

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts, Science & Technology, Islamabad, Pakistan.

Citation:
Rehman, Dr. Habib, and Dr. Hafiz Abdul Rashid " A Research Study of Economic Stability in the light of Prophet's Biography."Al-Idrāk Research Journal, 3, no.2, Jul-Dec (2023): 140– 163.

ABSTRACT

Economy has a lot of importance in human life and no society or ideology can ignore it. Islam has given comprehensive principles to human beings in this chapter. If we study the biography of the Prophet (peace be upon him) from the economic and financial aspect, it is clear that the Prophet (peace be upon him) has given us very comprehensive teachings from both theoretical and practical aspects. From the Prophet's biography, we know that in the case of exclusion from economic and economic activities, not only will it be difficult to fulfil the rights of Allah and the rights of the servants, but also the risk of dispersal of collective life increases. For economic stability, some responsibilities are imposed on the individuals of the society while some responsibilities are imposed on the government of the time. In this regard, it is important for the members of the society to make maximum efforts to keep the wealth safe so that this wealth can be spent as per the need in the future. Moreover, the members of the society should be moderate in spending money on their needs. Apart from this, it is also important to adopt legitimate means to acquire wealth. In order to create economic stability, it is also important that the wages of the labourers are paid immediately after the work is done so that the labourers can easily meet their needs. It is the responsibility of the government of the time not to let any member of the society remain free. It should be mandatory for every individual to learn some skill and work hard to improve their economy. Moreover, hoarding should be strictly prohibited at the time of shortage of anything. In order to meet the needs of the deprived people of society, the government should provide financial support to them from time to time until they are able to earn a living. In this article, all these matters have been explained in the light of seerah (peace be upon him).

Key Words: Prophet's Biography, Economy, stability, labourers, Seerah (PBUH)

تعارف

اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے ہمیں زندگی کے ہر شعبہ کے لیے واضح اور قابل عمل اصول فراہم کیے۔ اس میں عقائد و عبادات اور معاملات کے تمام شعبوں میں کامل ہدایت اور رہنمائی موجود ہے۔ معاملات میں معاشیات اور اقتصادیات کا کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ دین اس شعبے میں بھی میانہ روی اور اعتدال کو پسند کرتا ہے۔ یہی وہ دین ہے جس نے ایک ایسا معاشی نظام قائم کیا جس نے روحانی اور مادی ترقی میں ایسی ہم آہنگی پیدا کی، انسانی تاریخ میں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ نبی اکرمؐ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اسلام کے اسی معاشی نظام کو قائم فرمایا تھا۔ یہ نظام اس قدر مضبوط تھا کہ اس کی پائیداری آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ دنیا کی موجودہ ریاستوں میں اگر کوئی اس نظام کو اپناتا ہے تو معاشی اعتبار سے وہ ریاست آج بھی مستحکم ہو جاتی ہے۔ اکثر انسان معاشی خوشحالی اور کشادگی کی تمنا رکھتے ہیں۔ اسی کشادگی کے حصول کے لیے کچھ لوگ حرام اور ناجائز ذرائع کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر رکھنے والے ہمیشہ رزقِ حلال کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ دینِ اسلام نے تمام افراد کو قوانین کے دائرہ میں رہ روزی کمانے کا حق دیا ہے۔ اسلام نے نہ کبھی ذاتی ملکیت کی مخالفت کی ہے اور نہ ہی منافع کے حصول سے روکا ہے بلکہ اس نے صرف معاشی عدل پر زور دیا ہے۔ جب لوگ فضول خرچی کو چھوڑ کر اپنا اضافی مال غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کریں گے تو ہمیشہ معاشی اعتبار سے استحکام آتا رہے گا۔ اگر کوئی معاشرہ اپنی معشیت کو مضبوط کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ سیرتِ نبویؐ میں بتائے گئے معاشی اصولوں کی پیروی کرے۔ اس تناظر میں یہ کہنا بہت ضروری ہے کہ معاش کے حصول کے لیے جائز وسائل کو بروئے کار لایا جائے۔ کیونکہ محنت کرنا اسلام کی نظر میں پسندیدہ عمل ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حلال روزی کی تلاش ذمہ داریوں کے بعد ایک اہم ذمہ داری ہے۔[(1)]

سیرت نبویؐ کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ میانہ اختیار کرنے والا کبھی بھی محتاج نہیں ہوتا۔[(2)] نبی اکرمؐ نے معاشرے کے استحکام کے لیے اِن جیسے دیگر اصولوں کی طرف بھی رہنمائی فرمائی ہے۔ اس امر کی اشد

[1] ابو بکر احمد بن حسین البیہقی، **السنن الکبریٰ** (سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۹۹۴م) ۶:۱۲۸، حدیث: ۱۱۶۹۵

Abū Bakar Aḥmad bin Ḥusain al-Baihqi, As-Sunan al-Kubrá (sa‘ūdi ‘Arab: Maktabah Dārulbāz, 1994), Ḥadīth: 11695

[2] ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، **المعجم الکبیر** (عراق: مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ، س ن) ۱۰:۱۰۸، حدیث: ۱۰۱۱۸

Abū Qāsim Sulaimān bin Aḥmad al-Tibrāni, Al-Mu‘jim ul-Kabīr (Irāq: Maṭba‘ah az-Zuhrā al-Ḥadīthah, ND), 10:108, Ḥadīth: 10118

ضرورت ہے سیرت نبویؐ میں بیان کردہ اُن اصولوں کو سامنے لایا جائے تاکہ دورِ حاضر میں اُن پر عمل پیرا ہو کر اسلامی معاشروں کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا جاسکے۔ اسی ضرورت کے تحت زیر نظر مضمون تحریر کیا جارہا ہے۔

سیرت نبوی ﷺ اور معاشی استحکام

کسی بھی معاشرے کا دائمی ثبات تب تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کے پاس معاشی و اقتصادی قواعد و ضوابط موجود نہ ہوں۔ اسلام کا بتایا ہوا معاشی نظام ایسے اصول و ضوابط پر مشتمل ہے جو قرآن و سنت سے مستنبط کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اقوال و اعمال کے ذریعے اسلامی معاشی نظام کے تصورات واضح فرمائے اور اس ضمن میں ایسی تعلیمات ارشاد فرمائیں جنہیں ہر دور میں آسانی کے ساتھ نافذ کیا جاسکتا ہے۔ انہی تعلیمات کی بنیاد پر فقہاء کرام نے ایسا معاشی نظام ترتیب دیا ہے جسے اسلامی نظام معیشت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سیرت النبی ﷺ میں بیان کردہ اصول و قواعد کو ذیل میں بیان کیا جارہا ہے:

ا۔ مال کو محفوظ رکھنے کی تعلیم

اسلامی شریعت میں جہاں رزقِ حلال کمانے کی ترغیب دی گئی ہے وہیں جائز ذرائع سے کمائے ہوئے مال کو محفوظ رکھنے کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔ تاکہ ضرورت پڑنے پر اس مال کو خرچ کر کے تنگ دستی سے بچا جاسکے۔ یہی وجہ تھی کہ ناداں اور ناسمجھ بچوں کو مال سپرد کرنے سے روکا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔"[1]

"اور اپنے مال نادانوں کے حوالے نہ کرو جن کو اللہ نے آپ کی زندگی کے قیام کا سبب بنایا ہے، انہیں اس مال سے رزق دو اور کپڑے پہناؤ اور انہیں احسن بات کہو۔"

نبی اکرمؐ نے فائدہ پہنچانے والے مال کی نہ صرف یہ کہ تعریف کی بلکہ اس کو عمدہ طریقے سے کمانے، اسے اچھی جگہوں پر خرچ کرنے اور اسے مزید فائدہ مند بنانے کا حکم دیا ہے۔ مزید یہ کہ آپؐ نے مال کے حصول پر شکر کرنے والے اور اسے لوگوں کی حاجات پر خرچ کرنے والوں کو سراہا گیا ہے۔ جناب عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی

[1] النساء، ۴:۵

An-Nisā, 4: 5

اکرمؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں جنگی لباس پہن کر اور اسلحہ سے لیس ہو کر آپؐ کے پاس حاضر ہو جاؤں۔ آپؐ کے حکم کے مطابق میں نے جنگی لباس پہنا اور اسلحہ سے لیس ہو کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت آپؐ وضو فرما رہے تھے۔ آپؐ نے مجھے دیکھ کر اپنا سر مبارک جھکا کر فرمایا کہ اے عمرو! میرے خواہش ہے کہ آپ کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجوں اور جنگ سے آپ کو مال غنیمت حاصل ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس اچھا مال آئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ میں نے مال کے حصول کے لیے دینِ اسلام قبول نہیں کیا۔ میرے اسلام لانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے رسول کا ساتھ نصیب ہو جائے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"يَا عَمْرُو، نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحِ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ۔"([1])

"اے عمرو! عمدہ مال ایک اچھے آدمی کے لیے بہت عمدہ چیز ہے۔"

انسان کے پاس مال ہو گا تو وہ نہ صرف یہ کہ اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی ضروریات کو احسن طریقے سے پورا کر سکے گا بلکہ دیگر ضرورت مند اور محتاجوں پر اپنا مال خرچ کر سکے گا۔ یہی وجہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے مال کے ضیاع سے روکا ہے۔ جناب مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے والدین کی نافرمانی کرنا، بچیوں کو زندہ درگور کرنا، حقوق کی ادائیگی نہ کرنا اور کسی کے مال پر قبضہ کر لینے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیل و قال، کثرتِ سوال اور مال کو ضائع کرنا ناپسند فرماتا ہے۔[2] کسی انسان کے پاس موجود مال کو محفوظ کرنا بھی ضروری ہے اور اس کو ضائع کرنے سے بھی روکا گیا ہے۔ مال کو محفوظ کرنا اس لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے مستقبل سے واقف نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ مستقبل میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ مزید آمدنی بند ہو جائے۔ ایسی صورتِ حال میں صرف وہی مال کام آسکتا ہے جو پہلے سے محفوظ کیا ہو گا۔ اسی طرح مال کو ضائع کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ ایسا کرنا اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ مزید برآں مال کو ضائع کرنے کی صورت میں مال محفوظ نہیں رہ سکے گا۔

---

[1] ، محمد بن اسماعیل البخاری، **الادب المفرد** (لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۹۸۹م)، باب: المال الصالح للمرء الصالح، حدیث: ۲۹۹

Muḥammad bin Isma'īl al-Bukhāri, Al-Adab al-Mufrid (Labnān: Dār al-Basha'ir al-Islamiyah, 1989), Bāb: al-Māl us-Sāliḥ lil Mar 'is-Saliḥ, Ḥadīth: 299

[2] محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح** (دمشق: دار القلم، ۱۹۸۱م)، کتاب الاستقراض وداء الدیون والحجر والتفلیس، حدیث: ۲۴۰۸

Muḥammad bin Isma'īl al-Bukhāri, Al-Jami' as-Saḥiḥ (Damadcus: Dār al-Qalam, 1981), Kitāb al-Istiqraż wa dā 'ud Duyūn wal Ḥajr wat Taflīs, Ḥadīth: 2408

۲۔ میانہ روی اختیار کرنے کی تعلیم

معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے شریعت اسلامیہ نے میانہ روی کا حکم دیا ہے۔ یہ ایک ایسا حکم ہے جس کا ذکر قرآن کریم کے متعدد مقامات پر کیا گیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔"(1)

"تناول کرو اور نوش کرو اور خرچ کرنے میں حد سے نہ بڑھو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے زیادہ خرچ کرنے و الوں کو پسند نہیں فرماتا۔"

اس کے شان نزول امام کلبی کہتے ہیں کہ حج کے دنوں میں قبیلہ بنو عامر اپنی خوراک نہ صرف یہ کہ بہت زیادہ کم کر دیتے تھے بلکہ گوشت اور چکنائی والی چیزیں بالکل استعمال ہی نہیں کرتے تھے۔ اس کے حوالے سے ان کا موقف یہ تھا کہ ایسا کرنے سے حج کی تعظیم ہوتی ہے۔ اہلِ اسلام نے یہ دیکھ کر حضورؐ کی بار گاہ میں عرض کیا کہ حضورؐ ہم ایسا کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ گوشت ہو یا چکنائی ہو سب کچھ کھاؤ اور پیو لیکن کھانے اور پینے میں فضول خرچی نہ کرو۔ کھانے اور پینے میں حد سے زیادہ فضول خرچی یہ ہے کہ پیٹ بھرنے کے بعد بھی کھاتے اور پیتے رہو یا پھر حرام چیزوں کو کھانے سے بھی گریز نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کر لینا بھی فضول خرچی اور اسراف میں شمار ہوتا ہے۔[2] فضول خرچی کی ممانعت کے حوالے سے دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔"(3)

"یقیناً فضول خرچی کرنے والے ابلیس کے ساتھی ہیں اور ابلیس اپنے خدا نا شکرا ہے۔"

---

[1] الاعراف، ۷:۳۱

Al-A‘rāf, 7:31

[2] حسین بن مسعود البغوی، **تفسیر معالم التنزیل** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۰م)، ۲:۱۳۱

Ḥusain bin Mas‘ūd al-Baghvi, Tafsīr Ma‘ālim at-Tanzīl (Bairūt: Dār Aḥya al-Turath al-‘arbi, 2000), 2:131

[3] بنی اسرائیل، ۱۷:۲۷

Bani Isrā’īl, 2:384

شیطان کی ہر وقت کوشش ہوتی ہے کہ انسان گمراہی کے راستوں کی طرف گامزن ہو۔ حد سے زیادہ خرچ کرنا بھی شیطانی کام ہے۔ اسی لیے اس آیت کریمہ میں حد سے زیادہ خرچ کرنے والوں کو شیطان کا ساتھی قرار دیا گیا ہے۔[1] دین اسلام نے حلال اشیاء کو استعمال کرنے کی اجازت تو دی ہے مگر اس کے ساتھ یہ شرط عائد کی ہے کہ خرچ کرنے میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ قرآن کریم کے ایک مقام پر اعتدال پسندی کو اہلِ ایمان کی خصوصیت شمار کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔"([2])

"اور وہ لوگ جب مال خرچ کرتے ہیں تو اسراف میں نہیں جاتے اور نہ کنجوسی کرتے ہیں اور اس میں اعتدال کرتے ہیں۔"

اسراف اور تنگی کی وضاحت میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرنا اسراف کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حقوق میں کمی کرنا تنگی کہلاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حق کو منع کرنا تنگی اور ناحق میں خرچ کرنا اسراف کہلاتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں نبی اکرم ﷺ کے اُن بڑے بڑے اصحاب کی صفت بیان کی گئی ہے جو نہ تو لذت کے حصول کے لیے کھاتے اور نہ ہی خوبصورتی کے لیے پہنتے۔ اِن کے کھانے کا مقصد بھوک روکنا اور اُن کے پہننے کا مقصد ستر ڈھانپنا اور سردی و گرمی سے بچنا ہوتا تھا۔([3]) میانہ روی سے متعلق نبی اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

الِاقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيشَةِ وَالتَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ۔[4]

---

[1]عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی، **مدارک التنزیل وحقائق التاویل** (بیروت: دار النفائس، ۲۰۰۵م)، ۲:۲۸۴
Abdullāh bin Aḥmad bin Maḥmūd al-Nasafi, Madarik al-Tanzīl wa Ḥaqā'iq at-Tāvīl (Bairūt: Dār an-Nafā'is, 2005), 2: 284

[2]الفرقان، ۲۵:۶۷

Al-Furqān, 25:67

[3]علی بن محمد بن ابراہیم الخازن، **لباب التاویل فی معانی التنزیل** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ)، ۳:۳۱۸
'Ali bin Muḥammad bin 'Ibrāhīm al-Khazin, Lubāb at-Tavīl fi Ma'āni at-Tanzīl (Bairūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, 1415AH), 3:318

[4]نور الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر الہیثمی، **مجمع الزوائد** (بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۹۸۷م)، ۱:۱۶۰

ترجمہ: خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی معیشت ہے اور اچھے انسانوں کے ساتھ محبت کرنا نصف عقل ہے اور عمدہ اور اچھا سوال کرنا نصف علم ہے۔

جناب سعد بن ابو وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں اتنا زیادہ بیمار ہو گیا کہ وصال کے قریب پہنچ گیا۔ اس حالت میں نبی اکرمؐ میرے گھر میری بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے تو میں آپؐ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں ایک مالدار آدمی ہوں اور اولاد میں میری صرف ایک ہی بیٹی ہے اس بارے میں۔ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اپنے مال کے دو ثلث صدقہ کر دوں۔ آپؐ نے مجھے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ میں نے عرض کیا کہ اپنے مال کا آدھا حصہ صدقہ کر دوں تو آپؐ نے ایسا کرنے سے بھی منع فرمادیا۔ تیسری دفعہ میں عرض گزار ہوا کہ اپنے مال کا ایک ثلث صدقہ کر دوں تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں کر دو۔ یہ بھی بہت ہے۔ اپنے اہل وعیال کو غنی چھوڑ کر جانا ان کو محتاج کر کے جانے سے بہت زیادہ بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے آگے بھیک مانگتے رہیں۔([1]) سیرت النبیؐ کے مطالعے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ صدقہ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ صدقہ کرنے بعد وہ خود دوسروں کا محتاج نہ جائے۔ جناب کعب بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرمؐ کی بارگاہ میں عرض کی کہ میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے سارے مال سے دستبرار ہو جاؤں اور اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے لیے صدقہ کر دوں۔ آپؐ نے مجھے فرمایا کہ سارا مال صدقہ نہ کرو بلکہ کچھ مال اپنے پاس رکھو یہ آپ کے لیے اچھا ہے۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ میں خیبر سے حاصل ہونے والا مال اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔[2] نبی اکرمؐ نے میانہ روی کے ساتھ خرچ والوں کو عقل مند قرار دیا ہے۔

جناب ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

"من فقه الرجل رفقه في معيشة۔"([3])

Nur al-Dīn Abū al-Ḥassan ’Ali bin Abū al-Bakar al-Haithmi, Majma az-Zavā’id (Bairūt: Dār al-Kutub al-‘arbi, 1987), 1:160

[1] احمد بن شعیب النسائی، **السنن** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۱م)، کتاب الوصایا، باب الوصیة بالثلث، حدیث: ۳۶۵۶

Aḥmad bin Shu‘aib an-Nisā’i, As-Sunan (Bairūt: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyah, 1991),Kitāb: al-Viṣāyā, Bad: al-Vaṣiyyah bis-Suluth, Ḥadīth: 3656

[2] سلیمان بن اشعث السجستانی، **السنن** (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۴م)، کتاب الایمان والنذور، باب فیمن نذر ان یتصدق بمالہ، حدیث: ۳۳۱۷

Sulaimān bin Ash‘ath as-Sajistāni, As-Sunan (Bairūt: Dār al-Fikar, 1994) Kitāb: al-’Imān wa an-Nazar ’ain yataṣṣadaqa bi mālihī, Ḥadīth: 3656

[3] ابو بکر عبد اللہ بن محمد ابن ابی شیبہ، **المصنف** (سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ)، ۵: ۱۹۴، حدیث: ۲۱۷۴۲

"کسی آدمی کے لیے دانائی کی بات ہے کہ وہ اپنی معیشت میں میانہ روی اختیار کرے۔"

جناب عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ کا فرمان ہے:

"مَا عَالَ مَنْ اقْتَصَدَ۔"([1])

"میانہ روی اختیار کرنے والا کبھی بھی محتاج نہیں ہو گا۔"

اس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ معیشت کی مضبوطی کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ خرچ کرنے میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ ورگرنہ جمع کیا ہوا مال چند ہی لمحوں میں ختم ہو جائے گا۔ انسان اپنی محنت کے ساتھ جو دولت حاصل کرتا ہے، اسلام نے اسے خرچ کرنے کے نہ صرف یہ کہ طریقے بتائے ہیں بلکہ اس کے مصارف بھی تفصیل سے بیان کر دیے ہیں۔ عمومی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان عیاشی اور تعیش کے لیے مال کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ یہ نظریہ درست نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم نے تبذیر یعنی نمود و نمائش اور فضول خرچی پر دولت خرچ کرنے سے سختی سے منع کیا ہے۔ اسی طرح اسلام فضول خرچی کے مقابلے میں کنجوسی کو پسند نہیں کرتا کہ جہاں مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو وہاں پر مال خرچ نہ کیا جائے۔ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ فضول خرچی اور کنجوسی کے درمیان عدل کی راہ نکالی جائے اور میانہ روی کے ساتھ اپنے مال کو خرچ کیا جائے۔ میانہ روی اختیار کرنے کا فائدہ یہ ہو گا کہ ضرورت بھی پوری ہو جائے گی اور مال بچ بھی جائے گا مزید یہ کہ اسلامی تعلیمات پر عمل بھی ہو جائے گا۔

۳۔ اسراف اور فضول خرچی سے رکنے کی تعلیم

دینِ اسلام نے نہ صرف یہ کہ خرچ میں اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیا ہے بلکہ اسراف و فضول مال لٹانے سے سختی سے منع کیا ہے۔ کیونکہ اس کام سے معاشرے میں ناہمواری معرضِ وجود میں آتی ہے اور لوگوں میں حسد کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس سے اخلاقی اقدار تباہی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ نبی اکرمؐ کا فرمان ہے کہ کھاؤ، پیو، لوگوں پر صدقہ کرو اور کپڑے پہنو۔ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے خرچ نہ کیا جائے اور تکبر کی نیت

Abū Bakar ‘Abdullāh bin Muḥammad bin Abi Shaibah, Al-Muṣannaf (Sa‘udi ‘Arab: Maktabah al-Rushd, 1409AH), Ḥadīth: 21742

[1] الطبرانی، **المعجم الکبیر**، ۱۰:۱۰۸، حدیث: ۱۰۱۱۸

Ṭibrāni, Al-Mu‘jim ul-Kabīr, 10:108, Ḥadīth: 10118

نہ ہو۔[1] سیرت نبویؐ کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے رزق حلال کے استعمال کی اجازت کو اس بات کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ خرچ کرنے میں اسراف سے پرہیز کیا جائے۔

۴۔ ذرائعِ معاش اختیار کرنے کی تعلیم

دینِ اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں صدقہ کرنے کی نہ صرف یہ کہ ترغیب دی گئی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی فضیلت و مقام کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ فضیلت اور مقام اسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے جب معاشرہ کے افراد کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش اختیار کریں گے۔ اگر کوئی معاشرے کے افراد سستی اور کاہلی کا شکار ہو کر بے کار بیٹھے رہیں گے تو اس صورت میں ان فضائل سے محروم ہو جائیں گے۔ دینِ اسلام میں انسانی افعال کو محنت قرار دیا گیا ہے۔ یہ افعال چاہے انسانی اعضاء و جوارح کے ذریعے سرزد ہوں یا ذہن و قلب کے ذریعے وقوع پذیر ہوں۔ اسلام نے انسان کو رزق کی تلاش کا حکم دیا ہے۔ اب انسان کی مرضی ہے کہ وہ اپنے اعضاء و جوارح کے ساتھ محنت کر کے رزق تلاش کرے یا پھر اپنے ذہن و قلب سے کام لے کر رزق حاصل کرے۔ کچھ انسان صرف اعضاء کے ساتھ محنت کرتے ہیں، کچھ صرف ذہن و قلب کے ساتھ اور کچھ رزق کے حصول کے لیے دونوں کو بروئے کار لاتے ہیں۔ قرآن کریم کے متعدد مقامات پر رزق کی تلاش کی ترغیب دی گئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ۔"([2])

"جب نماز پڑھ لو تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی تلاش کرو۔"

---

[1] محمد بن یزید بن ماجہ، **السنن** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۸م)، کتاب اللباس، باب البس ما شئت ما اخطأک سرف او مخیلۃ، حدیث: ۳۶۰۵

Muḥammad bin Yazīd bin Mājah, As-Sunan (Bairūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, 1998), Kitāb: al-Libās, Bāb: al-Labas mā shi'ta mā Akhta'aka Sarafun Aau Makhīlatun, Ḥadīth: 3205

[2] الجمعۃ ۶۲: ۱۰

Al-Jum'ah, 62:10

اس آیت کریمہ میں جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد رزق حلال کمانے کی ترغیب دی گئی ہے۔[1] سیرت النبیؐ کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رزق حلال کے حصول کے لیے ذرائع معاش اختیار کرنا ضروری ہے۔ جناب عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

"طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ۔"([2])

"فرائض کے بعد رزق حلال کی تلاش بھی ضروری ہے۔"

جناب مقدامؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کمائی ہوئی روزی سے بہتر کوئی روزی نہیں ہے۔ جناب داؤدؑ اپنے ہاتھ سے کما کر روزی حاصل کرتے تھے۔([3]) اپنے ہاتھ کی کمائی کی فضیلت کے حوالے سے جناب ابو بردہؓ سے فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ سے پوچھا گیا کہ سب سے بہتر اور افضل کسب کون سا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل کسب وہ ہے جو انسان اپنے ہاتھوں کے ذریعے کرتا ہے۔([4]) اپنے ہاتھ کی کمائی کی فضیلت سے متعلق جناب سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ بندے کی اپنی کمائی سے حاصل کیا گیا کھانا سب سے بہترین ہے اور اس بندے کی اولاد کا شمار بھی اس کی کمائی میں ہوتا ہے۔([5]) ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کمائی کرتے ہوئے دیکھنا پسند کرتا ہے۔([6]) اگر کوئی انسان کھیتی باڑی کرتا ہے تو اس کی فصل

---

[1] نسفی، **مدارک التنزیل وحقائق التاویل**، ۴:۲۰۱

Nasafi, Madarik al-Tanzīl wa Ḥaqā’iq at-Tāvīl, 4:201

[2] بیہقی، **السنن الکبریٰ**، ۶:۱۲۸، حدیث:۱۱۶۹۵

Baihqi, As-Sunan al-Kubrá, Ḥadīth: 11695

[3] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ، حدیث:۲۰۷۲

Al-Bukhāri, Al-Jami‘ as-Saḥiḥ, Kitāb al-Buyū‘, Bāb: Kasb ur-Rajuli wa ‘amalihī, Ḥadīth: 2072

[4] ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم، **المستدرک علی الصحیحین** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۰م)، ۲:۱۲، حدیث:۲۱۵۸

Abū ‘Abdullāh Muḥammad bin al-Ḥākīm, Al-Mustadrik ‘Alá as-Sahīhain (Bairūt: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyah, 1990), 2:12, Ḥadīth: 2158

[5] ابن ماجہ، **السنن**، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، حدیث:۲۱۳۷

Ibin Mājah, As-Sunan, Kitāb: al-Tijarāt, Bāb: al-Ḥaththi ‘alá al-Maqāsib, Ḥadīth: 2137

[6] ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی، **نوادر الاصول فی احادیث الرسول** (لبنان: دار الجیل، ۱۹۹۲م)، ۱:۴۰۵

Abū ‘Abdullāh Muḥammad bin ‘Ali al-Ḥakīm At-Tirmadhi, Al-‘Usūl fi Ahādīth ar-Rasūl, (Bairūt: Dār al-Jail, 1992), 1:405

سے کوئی جاندار چیز کچھ کھا لیتی ہے تو حدیث کے مطابق اسے صدقہ شمار کیا جاتا ہے۔ جناب انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے، اس کے لگائے ہوئے درخت یا کھیتی سے کوئی جانور، انسان یا چوپایا کوئی چیز کھاتا ہے تو یہ کام اس انسان کے لیے صدقہ شمار کیا جاتا ہے ۔([1]) ایک روایت میں آتا ہے کہ درخت لگانے والے کو اللہ تعالیٰ اس درخت کے پھل کی مقدار جتنا ثواب عطا فرماتا ہے۔([2]) ایک دفعہ نبی اکرمؐ کے قریب سے ایک ایسا شخص گزرا جو سخت محنت کرنے والا تھا۔ صحابہؓ کو اس کی محنت بہت پسند آئی۔ انہوں نے حضورؐ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اگر یہ محنت کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلتا تو کتنا بہتر ہوتا۔ یہ بات سن کر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اپنے بچوں کی روزی کمانے کے لیے نکلا ہے تو وہ اللہ کے راستے میں ہی ہے، اگر وہ اپنے بوڑھے والدین کی روزی کمانے نکلا ہے تو اللہ کی راہ میں ہے اور اگر وہ اپنے نفس کو روکنے کی غرض سے کوشش کرنے نکلا ہوا ہے تب بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔[3] رزق کی تلاش کی ترغیب دیتے ہوئے ایک جگہ پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

"لا تناموا عن طلب أرزاقكم فيما بين صلاة الفجر إلى طلوع الشمس۔"([4])

"نماز فجر سے لے کر سورج کے نکلنے تک رزق تلاش کیے بغیر نیند نہ کرو۔"

[1] مسلم بن حجاج القشیری، **الجامع الصحیح** (لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۰م)، کتاب المساقاۃ، باب فضل الغرس والزرع، حدیث: ۱۵۵۳

Muslim bin Ḥajjāj al-Qashīri, Al-Jami'al-Saḥiḥ (Bairūt: Dār Aḥya al-Turath al-'arbi, 1990), Kitāb: al-Musaqát, Bāb: Faz al-Ghars wa al-zar'i, Ḥadīth: 1553

[2] احمد بن حنبل، **المسند** (بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۹۷۸م)، ۵:۴۱۵، حدیث: ۲۳۵۶۷

Aḥmad bin Ḥanbal, Al-Musnad (Bairūt: Al-Maktab al-Islāmi, 1978), 5:415, Ḥadīth: 23567

[3] ابو محمد بن عبد العظیم بن عبد القوی منذری، **الترغیب والترہیب** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ)، ۲:۳۳۵

Abu Muḥammad bin 'Abd ul-Azīm bin 'abd ul-qavi Munzari, At-Targhīb wa at-Tarhīb (Bairūt: Dār Al-Kutub al-'Ilmiyah, 1417AH), 2:335

[4] ابو شجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی، **الفردوس بماثور الخطاب** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶م)، ۵:۳۵

Abu Shuja' Shairavaih bin Shahradār Dailmi, Al-Firdaus bi ma'thūr il-Khitāb, (Bairūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, 1986), 5:35

نماز فجر کی ادائیگی کے بعد سونے سے روکا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز فجر کے بعد سونے سے رزق میں کمی آ جاتی ہے۔ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے رزق کی تلاش سے غافل ہو سو نہ جایا کرو کیونکہ صبح کی نیند کی وجہ سے رزق روک دیا جاتا ہے۔([1]) ایک دفعہ حضورؐ نے اپنے اصحاب کو فرمایا کہ کچھ گناہ ایسے بھی ہیں جن کا کفارہ نماز، روزہ، حج اور عمرہ نہ بن سکتے۔ صحابہؓ نے آپؐ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضورؐ پھر کون سی چیز ایسے گناہوں کا کفارہ بنے گی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ معشیت کی طلب میں کوشش اور فکر کرنا۔([2]) ایک روایت میں آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تم زمین کے چھپے ہوئے خزانوں میں رزق تلاش کرو۔([3]) سیرت طیبہ میں اہلِ اسلام کو رزق حلال کی تلاش نہ صرف یہ کہ ترغیب دی گئی بلکہ رزق حلال کے لیے مختلف ذرائع اختیار کرنے پر انعام واکرام کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ جناب ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں:

"التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ۔"([4])

"سچے اور امین تاجر، انبیاء، صدیق اور شہیدوں کے ساتھ ہوں گے۔"

نبی اکرمؐ ایسے انسان کی تعریف کیا کرتے تھے جو اپنی محنت اور کوشش کے ذریعے مال کے حصول کی جدوجہد کرتا رہتا تھا۔ جناب رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ سے سوال کیا گیا کہ سب سے پاکیزہ اور عمدہ کمائی کون سی ہے؟ اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا کہ وہ کمائی سب سے پاکیزہ اور عمدہ ہے جو آدمی اپنے ہاتھ سے کمائے۔ مزید یہ کہ

---

[1] علاء الدین علی بن حسام الدین المتقی الہندی، **کنز العمال** (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۱م)، ۴:۲۱، حدیث: ۹۲۹۹

'Alā' ud-Dīn 'Ali bin Ḥassām ud-Dīn al-Muttaqi al-Hindi, Kanzul al-'Ummāl, (Bairūt: Mu'assah ar-Risalah, 1981), 4:21, Ḥadīth: 9299

[2] ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، **المعجم الاوسط** (ریاض: مکتبۃ المعارف، ۱۹۸۵م)، ۱:۳۸، حدیث: ۱۰۲

Abū al-Qāsim Sulaimān bin Aḥmad al-Tibrāni, Al-Mu'jim ul-'ūsṭ (Riyāḍ: Makṭabah al-Ma'arif, 1985), 1:38, Ḥadīth: 102

[3] احمد بن حنبل، **فضائل الصحابہ** (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، س ن)، ۱:۳۱۳

Aḥmad bin Ḥanbal, Faḍā'il as-Saḥābah (Bairūt: Mu'assah ar-Risalah, ND), 1:313

[4] **محمد بن عیسیٰ الترمذی، الجامع** (بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸م)، کتاب البیوع عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی التجار وتسمیة النبی ﷺ ایاہم، حدیث: ۱۲۰۹

Muḥammad bin 'Īsā, al-Tirmadhi, Al-Jāmi' (Bairūt: Dār al-Gharb al-Islāmi, 1998), Kitāb: Al-Buyū' 'an Rasūl illah, Bāb: Mā jā'a fi at-Tijāri wa Tasmiyah an-Nabi 'iyyahum, Ḥadīth: 1209

ہر جائز تجارت بھی پاکیزہ اور عمدہ کمائی میں شمار کی جاتی ہے۔([1]) جناب جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ خرید و فروخت اور قرض کی واپسی پر دوسروں کے ساتھ اچھا رویہ رکھنے والے اور اِن کا خیال رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔([2]) جناب صخر الغامدیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! صبح میں میری امت کے لیے برکت پیدا فرما دے۔ اس حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے جب بھی کوئی چھوٹا بڑا لشکر بھیجنا ہوتا تو اسے دن کے شروع میں ہی بھیجتے۔ اس حدیث کے راوی کے مطابق جناب صخرؓ تجارت کیا کرتے تھے۔ اس حدیث کی سماعت کے جناب صخرؓ نے اپنے تجارتی قافلے دن کے شروع میں بھیجنے شروع کر دیے۔ ایسا کرنے سے اُن کے مال میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔([3]) یہ پسِ منظر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ دینِ اسلام میں بے کار آدمی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ کیونکہ بے رہنے سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کو کھلانے اور پلانے سے عاجز ہو جائے گا۔ مزید یہ کہ نبی اکرمؐ نے ایسے اوقات کی بھی تعیین فرمائی ہے جن میں محنت اور کوشش کرنے سے انسان کے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ بات کہنا بالکل صحیح ہے کہ اگر مسلمان اپنے نبی کی سیرت پر عمل پیرا ہوتے تو اس وقت تمام مسلم ممالک معاشی طور پر سب سے زیادہ مضبوط ہوتے۔ دورِ حاضر کے مسلمانوں کے معاشی طور پر کمزور ہونے کی بنیادی وجوہات میں سے سب اہم وجہ یہ ہے کہ مسلم ممالک کے سارے افراد کو روزگار میسر نہیں ہے۔ جون ۲۰۲۳ء میں ورلڈ آف اسٹیٹسٹکس کے اعداد و شمار کے مطابق اس وقت پاکستان بے روزگاری کے اعتبار سے چوبیسویں نمبر پر ہے۔ پاکستان میں ساڑھے چھ فیصد لوگ بے روزگاری کا شکار ہیں۔ حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے کے تمام افراد کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کرے۔ تاکہ پاکستان کو معاشی اعتبار سے مضبوط سے مضبوط تر بنایا جا سکے۔

---

[1] احمد بن حنبل، المسند، ۴:۱۴۱، حدیث: ۱۷۲۶۵

Aḥmad bin Ḥanbal, Al-Musnad, 4:141, Ḥadīth: 17265

[2] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب السهولة والسماحة فی الشراء والبیع ومن طلب حقا فلیطلبه فی عفاف، حدیث: ۲۰۷۶

Al-Bukhāri, Al-Jami‘ as-Saḥiḥ, Kitāb al-Buyū‘, Bāb: As-Sahūlah wa as-Samāḥah fi ash-Shirā’i wa al-Bai’i wa man talaba Ḥaqqan fa yaṭlubhu fi ‘afāf, Ḥadīth: 2074

[3] ابن ماجہ، السنن، کتاب التجارات، باب ما یرجیٰ من البرکة فی البکور، حدیث: ۲۲۳۶

Ibin Mājah, As-Sunan, Kitāb: al-Tijarāt, Bāb: Mā Yurgā min al-barakati fi al-bukūr, Ḥadīth: 2236

۵۔انفرادی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دینے کی تعلیم

اسلامی معاشی اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ کسی بھی فرد کو ایسا حق عطا نہیں کیا جا سکتا جس سے مفادِ عامہ کو نقصان پہنچتا ہو۔ جہاں بھی انفرادی فائدے کی وجہ سے اجتماعی فائدہ خطرہ میں ہو وہاں اجتماعی فائدے کو انفرادی فائدے پر ترجیح دی جائے گی۔ جناب ابیض بن حمالؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی اکرمؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپؐ سے جاگیر میں نمک کی کان کا سوال کیا۔ آپؐ نے مجھے وہ کان عطا فرما دی۔ جب میں واپس جانے لگا تو ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضورؐ آپ کے علم میں ہے کہ آپؐ نے اسے کیا عطا فرمایا ہے؟ آپؐ نے اسے جاگیر میں نابند ہونے والا پانی عطا کر دیا ہے۔ آپؐ نے نمک کی کان مجھ سے واپس لے لی۔([1]) جناب بلال بن حارث مزنیؓ نے ایک مرتبہ نبی اکرمؐ سے زمین کا سوال کیا تو آپؐ نے انہیں بہت زیادہ زمین عطا فرما دی۔ جناب عمر فاروقؓ نے اپنی خلافت کے دوران بلال بن حارث مزنیؓ کو طلب فرمایا اور کہا کہ حضورؐ نے آپ کو بہت زیادہ زمین عطا فرمائی تھی۔ حضورؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ سوال کرنے والوں خالی ہاتھ نہیں لوٹایا کرتے تھے۔ آپ کے پاس موجودہ زمین اتنی زیادہ ہے کہ آپ ساری آباد نہیں کر سکتے۔ بلال بن حارث کہنے لگے کہ ایسا ہی ہے۔ جناب عمرؓ فرماتے لگے کہ آپ جتنی آباد کر سکتے ہیں وہ اپنے پاس رکھ لیں اور باقی ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم وہ باقی اہلِ اسلام کو دے دیں۔ جناب بلال بن حارث کہنے لگے کہ یہ زمین حضورؐ نے مجھے عطا فرمائی تھی اس لیے آپ کے حوالے نہیں کر سکتا۔ جناب عمرؓ فرمانے لگے کہ وہ زمین تو آپ کو واپس کرنا ہی ہو گی۔ لہٰذا آپ نے اُن سے زمین واپس لے کر دوسرے مسلمانوں کو عطا فرما دی۔([2])

عراق اور شام کے علاقے خلافتِ فاروقی میں فتح ہوئے۔ فتح کے بعد عمومی طور مجاہدین اور خصوصی طور پر جناب بلال اور جناب زبیرؓ نے مطالبہ کیا ان دونوں ممالک کی زمینیں مجاہدین پر تقسیم کر دی جائیں۔ مطالبے کے باوجود جناب عمرؓ نے ایسا نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر ان ممالک کی زمینیں مجاہدین کو دے دی جاتیں تو مختلف

[1] الترمذی، **الجامع**، کتاب الاحکام عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی القطائع، حدیث: ۱۳۸۰

A-Tirmadhi, Al-Jāmi‘, Kitāb: Al-Aḥkām ‘an Rasūl Illah(SAW), Bāb: Mā jā’a fi al-Qaṭā’i‘, Ḥadīth: 1380

[2] یحییٰ بن آدم، **کتاب الخراج** (بیروت: دار المعرفہ، س،ن)، ۹۳

Yaḥyá bin Ādam, Kitāb al-Khirāj (Bairūt: Dār ul-Ma‘rifah, ND), 93

سرحدوں کی حفاظت کے انتظامات، لشکروں اور شہروں کے انتظامات اور دیگر مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مال ختم ہو جاتا۔ جناب عمرؓ نے یہی مسئلہ مجلس شوریٰ کے سامنے رکھا اور اپنا مؤقف پیش کر کے اس دلائل دیے۔ آپؓ کے دلائل سن کر تمام نے اتفاق کیا۔ جناب عمرؓ کا یہ فیصلہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق کا ہی نتیجہ تھا۔ اگر گہرائی میں دیکھا جائے تو اسی فیصلے پر عمل درآمد کرنے میں مسلمانوں کے لیے بہتری تھی۔ خراج کو جمع کر کے اسے مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کرنا اجتماعی مفاد کے اعتبار سے زمین کو تقسیم کرنے کے مقابلے میں زیادہ بہتر تھا۔([1]) یہ پسِ منظر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ جہاں بھی حقوق کی بات آئے، اسلام انفرادی حقوق کے مقابلے میں اجتماعی حقوق کو مقدم رکھتا ہے۔ دورِ حاضر میں مسلم ممالک کی معیشت کے کمزور ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں پر انفراد مفاد کو اجتماعی مفاد پر ترجیح دے دی جاتی ہے۔ ایسی چیزیں جن سے پوری قوم یا ایک علاقے کے لوگ استفادہ کر سکتے ہیں، وہ عمومی طور پر ایک فرد کی ملکیت میں دے دی جاتی ہیں۔ اگر معاملہ اسی طرح چلتا رہا تو معیشت کمزور سے کمزور تر ہوتی جائے گی۔

۶۔ احتکارِ دولت کی ممانعت کی تعلیم

دینِ اسلام کے دیے ہوئے تصورِ ملکیت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مملوکہ مال کے وہ حقوق پورے نہ کیے جائیں جن کے منافع میں دوسرے لوگ بھی شریک ہوتے ہیں، اگر انہیں صحیح طرح ادا نہ کیا جائے تو ایسا مال آخرت کے عذاب کا سبب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔"([2])

"اور سونا اور چاندی کو جمع کرنے والے لوگوں اور اس سے اللہ کے راستے خرچ نہ کرنے والے لوگوں کو عذاب کی نوید سنائیں۔"

[1] ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج (بیروت: دار المعرفہ، س ن)، ۲۹

Abū Yūsuf Ya'qūb bin Ibrahīm, Kitāb al-Khirāj (Bairūt: Dār ul-Ma'rifah, ND), 29

[2] التوبۃ ۹:۳۴

Al-Taubah, 9:34

اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ اس آیت کریمہ میں عیسائی اور یہودی مذہبی رہنماؤں کی مال پر لالچ کا تذکرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے روکا گیا ہے۔([1]) اس آیت کریمہ کے تحت جناب عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس مال سے زکوٰۃ ادا کر دی گئی اس کا کنز میں شمار نہیں کیا جائے گا اور جس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی اس کو کنز میں شمار کیا جائے۔ ایسے ہی مال کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح کیا گیا ہے کہ ایسے مال کے مالک کو اسی مال سے داغا جائے گا۔([2]) اسلام نے ایسے مال کا ذکر بھی کیا ہے جسے جمع نہیں کیا جا سکتا اور ایسے مال کی تفصیل بھی بیان کی ہے جسے جمع کیا جا سکتا ہے۔ جناب ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ سونے اور چاندی کی تفصیل تو ہمیں معلوم ہو گئی۔ آپ ہماری اس طرف رہنمائی فرمائیں کس مال کو جمع کرنا بہتر ہے۔ یہ بات سن کر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایسی زبان جو ذکر کرے، ایسا دل جو شکر کرے اور ایسی نیک بیوی جو ایمان پر ایمان دار کے تعاون کرے۔([3]) جناب ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اے ابن آدم! زائد مال خرچ کرنا تیرے لیے احسن اور عمدہ ہے اور زائد مال کو اپنے پاس روک کر رکھنا بہت برا ہے۔ البتہ اپنی ضروریات کے لیے مال روک لینے میں کوئی برائی نہیں ہے۔ مال خرچ کرنے کا آغاز ایسے لوگوں سے کرو جو تمہاری کفالت میں ہیں اور نیچے والے ہاتھ اوپر والا ہاتھ بہتر ہوتا ہے۔([4]) نبی اکرمؐ نے یہ بات صرف قول تک محدود نہیں رکھی بلکہ اپنے عمل سے بھی یہ ثابت کیا کہ زائد مال کو ضرورت مند لوگوں پر خرچ دینا ہی بہتر ہے۔

---

[1] خازن، **لباب التاویل فی معانی التنزیل**، ۲:۲۳۵

Khazin, Lubāb at-Tavīl fi Ma'āni at-Tanzīl, 2:235

[2] ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، **جامع البیان فی تفسیر آی القرآن** (مکۃ المکرمۃ: دار التربیۃ والتراث، س ن)، ۴:۳۵۷

Abū Ja'far Muḥammad bin Jarīr al-Ṭabri, Jāmi' al-Biyān fi Tafīr Āi al-Qurān (Makkah Mukarramah: Dār al-Tarbiyyah wa at-Tirāth, ND), 4:357

[3] الترمذی، **الجامع**، کتاب التفسیر، باب و من سورۃ التوبۃ، حدیث:۳۱۰۵

A-Tirmadhi, Al-Jāmi', Kitāb: At-Tafsīr, Bāb: wa min surah at-Taubah, Ḥadīth: 3105

[4] مسلم بن حجاج، **الجامع الصحیح**، کتاب الزکوٰۃ ۔ باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی و ان الید العلیا ہی المنفقۃ و ان السفلیٰ ہی الآخذۃ، حدیث:۲۳۸۸

Muslim bin Ḥajjāj, Al-Jami'al-Saḥiḥ, Kitāb: az-Zakāt, Bāb: Bayān 'an al-yad ul-'ulyā Khair min yad is-Suflá wa 'an hiya al-munfiqah wa 'an as-suflá hiya al-ĀKhidhah, Ḥadīth: 2388

جناب ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا:

" لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا، لَسَرَّنِي أَنْ لَا تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ، إِلَّا شَيْئًا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ۔"([1])

"اگر میرے احد پہاڑ جتنا سونا ہوتا تو مجھے تین دن کے اندر اندر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں مسرت ہوتی۔ البتہ اس سے صرف اتنا مال بچا لیتا جس سے قرض کی ادائیگی کی جاسکے۔"

جناب ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم حضورؐ کے ہمراہ تھے کہ ایک شخص سوار ہو کر آپؐ کی بارگاہ میں آکر اپنی نظر دائیں اور بائیں دوڑانے لگا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ ضرورت سے زائد سواری رکھنے والے بغیر سواری والوں کے ساتھ تعاون کریں اور زائد زادِ راہ رکھنے والے ضرورت مندوں کی مدد کریں۔([2]) لوگوں کے ساتھ تعاون کرنے کے حوالے سے جناب عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دورِ رسالت میں ہم ڈول اور ہنڈیا بھی حاجت مندوں کو دینا ماعون شمار کرتے تھے۔([3]) قحط سالی کے دور میں دوسروں کی مشکلات کو دور کرنے کے حوالے سے جناب عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ اگر قحط ختم نہ ہوتا تو میں تمام گھروں سے کھانے کی چیزیں لے کر تمام لوگوں میں برابر تقسیم کر دیتا کیونکہ ایک بندے کے کھانے کی چیز دو بندوں کو ہلاک ہونے سے بچا سکتی ہے۔([4]) قحط کے حوالے سے جناب عمر فاروقؓ کا ایک فرمان امام ابن حزم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ اگر مجھے پہلے اس بات کا خیال ذہن میں آجاتا تو مالداروں کا مال لے کر فقراء میں تقسیم کر دیتا۔([5]) ضرورت سے زائد مال جمع نہ

[1] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ ما احب ان لی مثل احد ذہبا، حدیث:۶۴۴۵

Al-Bukhāri, Al-Jami‘ as-Saḥiḥ, Kitāb ar-Riqāq, Bāb: Qaul an-Nabi (SAW) mā ‘uḥibbu ’anna li Mithla ’uḥudin dhahaba, Ḥadīth: 2445

[2] مسلم بن حجاج، **الجامع الصحیح**، کتاب اللقطة، باب استحباب المواساة بفضول المال، حدیث:۴۵۱۷

Muslim bin Ḥajjāj, Al-Jami‘al-Saḥiḥ, Kitāb: al-Luqṭah, Bāb: Istiḥbāb al-Mu’āsāt bi fazūl il-māl, Ḥadīth: 4517

[3] السجستانی، **السنن**، کتاب الزکوٰۃ، باب فی حقوق المال، حدیث:۱۶۵۷

As-Sajistāni, As-Sunan, Kitāb: Az-Zakāt, Bāb: fi haqūq il-Māl, Ḥadīth: 1657

[4] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الادب المفرد**، حدیث:۵۶۲

Bukhāri, Al-Adab al-Mufrid, Ḥadīth: 562

[5] علی بن احمد بن حزم، **المحلی بالآثار** (بیروت: دار الآفاق الجدیدة، س ن)، ۶:۱۵۸

کرنے کے حوالے سے صحیح بخاری میں ایک روایت کے الفاظ جناب سلمہ بن اکوعؓ نے روایت کیے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک سال لوگوں پر ایسا گزرا کہ وہ بہت زیادہ تنگ دست تھے۔ اس سال قربانی کے موقع پر نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ تم میں سے جس شخص نے قربانی کی ہے قربانی کے تیسرے دن اس کے گھر میں قربانی کے گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اس سے اگلے سال بھی صحابہ کرامؓ نے قربانی کا سارا گوشت تقسیم کر دیا، اپنی ضرورت کے لیے کچھ بھی باقی نہ رکھا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس سال بھی ہم سابقہ سال کی طرح عمل کر رہے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس سال تم خود بھی کھاؤ اور اپنی ضرورت کے لیے ذخیرہ کر کے محفوظ بھی کر لو۔ پچھلے سال لوگوں کے پریشان ہونے کی وجہ سے میں نے ارادہ کیا کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔([1])

اس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کے جو حقوق شریعت اسلامیہ نے مقرر کیے ہیں، انہیں ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس طرح اُن کے مال کے حقوق ادا ہو جائیں گے اور نادار اور محتاج لوگوں کی ضروریات پوری ہو جائیں گی۔ لیکن اگر مال مملوک کے حقوق ادا نہ کیے جائیں تو مملوک مال کی نہ صرف یہ کہ ملکیت ناجائز ہو جائے گی بلکہ وہی مال آخرت میں انسان کے لیے وبالِ جان بن جائے گا۔ اسلام نے ہمیشہ ارتکازِ دولت کی مخالفت کی ہے۔ اسلام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کی دولت گردش میں رہے۔ اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے تمام دولت کے اعتبار سے تمام انسانوں میں برابری پیدا ہو جائے۔ یہ کام عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔

۷۔ ضرورت مندوں پر مال خرچ کرنے کی تعلیم

دینِ اسلام نے معیشت کو مضبوط کرنے کے لیے ایک ایسا نظام متعارف کرایا ہے جس کے تحت لازم قرار دیا گیا کہ جس شخص کے پاس اپنی ضرورت سے زائد مال موجود ہو، وہ مال کی ایک مقررہ مقدار محتاج اور نادار لوگوں پر خرچ

‘Ali bin Aḥmad bin Ḥazam, Al-Muḥallá bil-Āsār (Bairūt: Dār al-Āfāq al-Jadīdah, ND), 6:158

[1] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاضاحی، باب مایؤکل من لحوم الاضاحی وما یتزود منھا، حدیث:۵۵۶۹

Al-Bukhārī, Al-Jami‘ as-Saḥiḥ, Kitāb: al-Ażāḥi, Bāb: Mā Yū’kalu min luḥūm il-Ażāḥi wa mā Yutazavvadu minha, Ḥadīth: 5569

کرے گا۔ شریعتِ اسلامیہ میں اس فعل کو زکوٰۃ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ نقد اموال سے چالیسواں حصہ نکال کر اُن لوگوں پر خرچ کیا جاتا ہے جو کام کرنے سے عاجز ہوں یا کام تو کرتے ہوں لیکن اس کام سے حاصل ہونے والی اجرت سے اُن کی ضروریات پوری نہ ہو سکیں۔ قرآن کریم میں اس حوالے سے ارشاد ہوتا ہے:

"وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ـ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ـ"([1])

"اور وہ لوگ جن کے اموال میں سائل اور محروم لوگوں کے لیے ایک متعین حق ہے۔"

ہر صاحب نصاب پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم قرار دی گئی ہے۔ اگر ایسا انسان اپنے مال سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو حکومتِ وقت ایسے لوگوں سے زبردستی زکوٰۃ لے گی۔ اس حوالے سے نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ جس نے ثواب کی نیت سے زکوٰۃ کی ادائیگی کی تو اسے ثواب ملے گا اور جس نے اسے چھپایا اس سے ہم لے لیں گے۔([2]) اگر زکوٰۃ کے مال محتاجوں اور غریبوں کی ضرورت پوری نہیں ہوتی تو حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے کہ مالداروں پر زکوٰۃ کے علاوہ اتنی رقم مقرر کرے جس سے فقراء اور غریبوں کی ضروریات آسانی سے پوری ہو جائیں۔ جناب علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے مالدار لوگوں پر لازم کیا ہے کہ وہ اتنا مال غرباء کو دیں جس سے ان کا رزق کشادہ ہو جائے۔ بھوکے ننگے ہونے کی صورت میں غرباء کبھی بھی سوال نہ کریں۔ البتہ مالدار لوگوں نے ان کے لیے جو مال مقرر کیا ہوا ہے وہ لے سکتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کا کڑا احتساب کرے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا۔([3])

غریبوں کی مدد کرنا اور ان کی مالی معاونت کرنا ایک قسم کا رحم ہے۔ لہٰذا جو انسان اپنے مسلمان بھائیوں کی بھوکا اور محتاج ہونے کے باوجود مدد نہیں کرتا گویا کہ وہ ان پر رحم نہیں کرتا۔ اور اسلام کا قانون ہے کہ جو رحم نہیں کرتا

---

[1] المعارج، ۷۰:۲۴۔۲۵

Al-Ma‘ārij, 70:24-25

[2] بیہقی، **السنن الکبریٰ**، ۴:۱۰۵، حدیث: ۷۱۲۰

Baihqi, As-Sunan al-Kubrá, Ḥadīth: 7120

[3] طبرانی، **المعجم الاوسط**، ۴:۴، حدیث: ۳۵۷۹

Tibrāni, Al-Mu‘jim ul-’ūsṭ, 4:4, Ḥadīth: 3579

اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔([1]) محتاجوں کی مدد کے حوالے سے جناب عبد الرحمن بن ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے اصحابِ صفہؓ کو ارشاد فرمایا کہ جس بندے کے پاس دو لوگوں کا کھانا موجود ہے وہ اصحابِ صفہؓ میں سے تیسرے بندے کو ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار لوگوں کا کھانا موجود ہے وہ اصحاب صفہؓ میں سے پانچ یا چھ لوگوں کو ساتھ لے جائے۔([2])

کسی مسلمان کو بھوکا اور محتاج دیکھ کر اس کی مدد نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے اسے کسی ظالم کے حوالے کرنا ہے۔ جناب عبد اللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ایک مسلمان بندہ دوسرے مسلمان شخص کا بھائی ہے۔ وہ نہ تو خود اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو کسی دوسرے ظالم کے سپرد کرتا ہے۔([3]) ایک حدیث میں قبیلہ اشعر کے لوگوں کی ایک عمدہ عادت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ نبی اکرمؐ نے ارشا فرمایا کہ دورانِ جہاد قبیلہ اشعر سے تعلق رکھنے والوں کا جب توشہ ختم ہونے کے قریب ہو یا مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے ان کے کھانے اور پینے کا سامان کم ہو جائے تو وہ سارا سامان ایک جگہ جمع کر کے اسے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں اِن سے ہوں۔([4])

۸۔ مزدور کی اجرت جلدی دینے کی تعلیم

معیشت کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی میں تاخیر نہ کی جائے۔ مزدوری کرنے والوں کا تعلق ایسے لوگوں سے ہوتا ہے کہ جن کے گزر بسر کا ذریعہ ہی مزدوری کی اجرت ہے۔ اگر کام کروانے والا اجرت دینے میں ہی تاخیر کرے گا تو ایسی صورت میں وہ اپنی ضروریات پورا کرنے سے قاصر ہو جائیں گے۔ جناب

[1] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الادب، باب رحمة الولد، حدیث: ۵۶۵۱

Al-Bukhāri, Al-Jami‘ as-Saḥiḥ, Kitāb: al-Adab, Bāb: Rahmat il-Walad, Ḥadīth: 5651

[2] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب السمر مع الصیف والاہل، حدیث: ۵۷۷

Al-Bukhāri, Al-Jami‘ as-Saḥiḥ, Kitāb: Mavāqīt us-Salah, Bāb: as-Samari ma‘a aż-Żaif wa al-Ahl, Ḥadīth: 577

[3] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاکراہ، باب یمین الرجل لصاحبہ، حدیث: ۶۵۵۱

Al-Bukhāri, Al-Jami‘ as-Saḥiḥ, Kitāb: al-’Ikrah, Bāb: Yamīn ir-RajuliKasb ur-Rajuli li Sahibihī, Ḥadīth: 6551

[4] مسلم بن حجاج، **الجامع الصحیح**، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل الاشعریین، حدیث: ۲۵۰۰

Muslim bin Ḥajjāj, Al-Jami‘ al-Saḥiḥ, Kitāb: Fażā’il as-Sahāba, Bāb: Min Fażā’il il-Ash‘ariyyīn, Ḥadīth: 2500

عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ مزدوری کرنے والوں کو اتنی جلدی اجرت ادا کر دی جائے کہ ابھی اس کا پسینہ بھی خشک نہ ہونے پائے۔([1])

اگر کوئی مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی میں تاخیر کرتا ہے تو ایسے لوگوں کے لیے اسلام نے سخت وعید بیان کی ہے ۔ اللہ تعالیٰفرماتا ہے کہ قیامت والے دن میں تین لوگوں سے دشمنی رکھوں گا۔ پہلا وہ بندہ جس نے میرا نام لے کر وعدہ کرکے پورا نہ کیا، دوسرا وہ انسان جو مردِ حر کو غلام کی صورت میں بیچ دے اور اس کے بدلے مال حاصل کی ااور تیسرا وہ شخص جس نے مزدور سے کام لے کر اس کی اجرت نہ دی ہو۔([2]) یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے تمام کام اسی اجرت کی بدولت چل رہے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اس بات کے مستحق ہوتے ہیں کہ انہیں اجرت کے ساتھ اپنی طرف سے کچھ اضافی رقم بھی دے دی جائے۔

۹۔ حکومت کو رزق کی فراہمی کی تعلیم

سیرت نبویؐ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی ریاست میں رہنے والے افراد کو معاشی تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ یہ تحفظ اس وقت تک قائم رہے گا جب وہ شہری اپنے ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہو یا کسی عارضہ کے لاحق ہونے کی وجہ سے اپنے ذمہ داریوں کو نبھانے سے قاصر ہو۔ یہ ایک ایسی ذمہ داری ہے جس سے متعلق حکمرانوں سے سوال کیا جائے گا۔ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے ہر بندہ نگران ہے اور قیامت کے دن اس سے اس کے ماتحت لوگوں سے پوچھا جائے گا۔ لوگوں کا حکمران بھی اپنی رعایا پر نگران ہے، لہذا اس سے بروزِ قیامت اس کی عوام کے حوالے سے پوچھا جائے گا۔([3]) نبی اکرمؐ کے وصال کے بعد آپؐ کے خلفاء بھی اسی اصول پر عمل کرتے رہے کہ اسلامی ریاست میں رہنے والے تمام افراد کو رزق پہنچانا حکومت کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ خلافت فاروقی میں ایک یہودی بھیک مانگ رہا تھا۔ جناب عمرؓ نے اسے دیکھ کر ڈانٹا اور فرمایا کہ تم بھیک کیوں مانگ رہے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ مجبوری کے تحت ایسا کر رہا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے ساتھ عدل نہیں کیا۔ آپ سے بھاری جزیہ لے کر آپ کو کمزور کر کے چھوڑ دیا ہے۔ اس یہودی کو بیت المال سے اتنے پیسے دے

---

[1] ابن ماجہ، **السنن**، کتاب الرہون ، باب اجر الاجراء، حدیث:۲۴۴۳

Ibin Mājah, As-Sunan, Kitāb: ar-Rahūn, Bāb: Ajr ul-Ijrā', Ḥadīth: 2443

[2] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب البیوع، باب اثم من باع حرا، حدیث:۲۱۱۴

Al-Bukhāri, Al-Jami' as-Saḥiḥ, Kitāb: al-Buyū', Bāb: 'Ithm man bā' i Ḥurrā, Ḥadīth: 2114

[3] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاحکام ، باب قول اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول، حدیث:۶۷۱۹

Al-Bukhāri, Al-Jami' as-Saḥiḥ, Kitāb: al-Ahkām, Bāb: Qaul ullāh ta'ālá aṭī' ullāh wa aṭī' ur-Rasūl, Ḥadīth: 6719

دیے جائیں جو اس کے لیے کافی ہوں۔(1) اس پسِ منظر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی مملکت میں رہنے والے عاجز افراد کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری حکومت وقت پر ہوتی ہے۔

۱۰۔ محروم المعیشت افراد کے معاشی استحکام کی تعلیم

دینِ اسلام ایک ایسا دین ہے جو حکمران پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنی رعایا کی کفالت کرے گا۔ اس منصب پر فائز شخص کسی بھی صورت میں رعایا کی کفالت سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔

جناب سلمان فارسیؓ خلیفہ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو قرآن کریم کے احکامات کے مطابق فیصلے صادر کرے اور اپنے ملک میں رہنے والے لوگوں کے ساتھ اس طرح شفقت و محبت کے ساتھ پیش آئے جس طرح کی شفقت و محبت اپنے اہل و عیال کے ساتھ کرتا ہے۔ اِن کی یہ بات سن کر جناب کعب الاحبار کہنے لگے کہ انہوں نے سچ بولا ہے۔[2] جناب سلمان فارسیؓ کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح بکریاں چرانے والے اپنی بکریوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح حکمران اپنے افرادِ معاشرہ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرے گا۔(3)

اپنے منصب پر رہتے ہوئے ذمہ داری کا مظاہرہ کرنے والے حکمرانوں کے بارے میں نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں اس کے دائیں ہاتھ پر نور کے منابر پر براجمان ہوں گے۔ اللہ کا بایاں ہاتھ کوئی بھی نہیں، اس کے دونوں ہی دائیں ہیں۔ اس منصب پر ان لوگوں کو فائز کیا جائے گا جو عام لوگوں اور اپنے ماتحت حکومتی لوگوں میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے ہوں گے۔(4)

عدل و انصاف سے کام نہ لینے والوں کے بارے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس انسان کو مسلمانوں کے کسی معاملے کا نگران بنایا جائے، منصب پر فائز ہونے کے بعد وہ لوگوں کی بہتری اور ان کی خیر خواہی کے لیے سعی نہ کرے تو ایسا شخص کو اُن کے

---

[1] ابو عبید القاسم بن سلام، **کتاب الاموال** (بیروت: دار الفکر، س ن)، ۵۷

Abu ‘Ubaid al-Qasim bin Salām, Kitāb ul-Amvāl (Bairūt: Dār ul-Fikr, ND), 57

[2] ابو عبید، **کتاب الاموال**، ۱۳

Abu ‘Ubaid, Kitāb ul-Amvāl, 13

[3] احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام ابن تیمیہ، **السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی** (بیروت: دار ابن حزم، ۲۰۱۹)، ۱۳

Aḥmad bin ‘Abd ul-Ḥalīm bin ‘Abd us-Salām bin Taimiyyah, As-Siyyasah ash-Shar‘iyyah fi ‘Islāh ir-Rā‘I (Bairūt: Dār Ibn Ḥazam, 2019), 13

[4] مسلم بن حجاج، **الجامع الصحیح**، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل، حدیث: ۱۸۲۷

Muslim bin Ḥajjāj, Al-Jami‘ al-Saḥiḥ, Kitāb: Al-Imārah, Bāb: Fażīlah il-Imām il-‘ādil, Ḥadīth: 1827

ساتھ جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا۔([1]) ایک روایت میں ایسے شخص کے بارے میں یہ وعید سنائی گئی ہے کہ وہ جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا۔([2]) ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ ایسے آدمی پر جنت حرام کر دی جائے گی۔([3])

اسلامی تعلیمات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ محروم المعیشت لوگوں کو معاش فراہم کرنے میں سارے ذرائع استعمال کرے۔ امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ ہر ملک کے صاحب ثروت لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنے معاشرے کے کمزور لوگوں کے ساتھ تعاون کریں۔ اگر زکوۃ اور مال فیٔ سے ان لوگوں کی ضروریات پوری نہ ہوتی ہوں تو حاکم اغنیاء کو مجبور کرے کہ وہ ان لوگوں کو اتنا مال دیں جس سے وہ ضرورت کے مطابق غذا اور گرمی و سردی کا لباس حاصل کر سکیں۔ نیز ایسی رہائش کا انتظام کر سکیں جو انہیں بارش، گرمی و سردی اور مسافروں کی نظروں سے بچا سکے۔([4]) درج بالا تعلیمات کی روشنی میں یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اسلامی ریاست میں رہنے والے بے بس اور بے سہارا لوگوں کو معاش فراہم کی ذمہ داری حکومتِ وقت کی ہے۔

خلاصہ بحث

اقتصاد اور معیشت کو انسانی زندگی میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ کوئی بھی معاشرہ یا نظریہ اس سے پہلو تہی نہیں کر سکتا۔ دینِ اسلام نے اس باب میں انسانوں کو جامع اصول عطا کیے ہیں۔ معاشی اور اقتصادی پہلو سے اگر سیرت نبویؐ کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے ہمیں نظریاتی اور عملی دونوں پہلوؤں سے نہایت جامع تعلیمات ارشاد فرمائیں ہیں۔ سیرت سے ہی ہمیں پتا چلتا ہے کہ معاشی اور اقتصادی سرگرمیوں سے اعراض کرنے کی صورت میں نہ صرف یہ کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے میں مشکل ہو گی بلکہ اجتماعی زندگی کے منتشر ہونے کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ معاشی استحکام کے لیے کچھ ذمہ داریاں افرادِ معاشرہ جبکہ کچھ ذمہ داریاں حکومتِ وقت پر عائد ہوتی ہیں۔ اس ضمن میں افرادِ معاشرہ کے لیے ضروری ہے کہ مال کو محفوظ رکھنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں تاکہ مستقبل میں اس مال کو ضرورت کے مطابق خرچ کیا جا سکے۔ مزید یہ کہ اپنی ضروریات پر مال کو

---

[1] طبرانی، **المعجم الکبیر**، ۲۰:۲۲۵، حدیث:۵۲۴

Ṭibrāni, Al-Mu‘jim ul-Kabīr, 20:225, Ḥadīth: 524

[2] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاحکام ، باب من استرعی رعیۃفلم ینصح، حدیث:۶۷۳۱

Al-Bukhāri, Al-Jami‘ as-Saḥiḥ, Kitāb: al-Ahkām, Bāb: man istur‘iya ra‘iyyatan fa lam yunṣaḥ, Ḥadīth: 6731

[3] أبو حاتم محمد بن حبان بن أحمد التميمي، **الصحیح** (بیروت: دار ابن حزم، ۲۰۱۲م)، ۱۰:۳۴۶، حدیث:۴۴۵

Abū Ḥātim Muḥammad bin Aḥmad al-Tamīmi, as-Saḥiḥ (Bairūt: Dār Ibn Ḥazam, 2012), 10:346, ī: 445

[4] ابن حزم، **المحلی بالآثار**، ۶:۱۵۶

Ibin Ḥazam, Al-Muḥallá bil-Āsār, 6:156

خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کریں۔ علاوہ ازیں یہ بھی ضروری ہے کہ مال کے حصول کے لیے جائز ذرائع کو اختیار کیا جائے۔ معاشی استحکام پیدا کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ کام لینے کے فوراً بعد مزدور کی اجرت ادا کر دی جائے تا کہ مزدور طبقہ اپنی ضروریات کو آسانی سے پورا کر سکے۔ حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے کے کسی بھی فرد کو فارغ نہ رہنے دے۔ ہر فرد کے لیے ہنر اور محنت کو لازمی قرار دے۔ مزید یہ کہ کسی بھی چیز کی قلت کے وقت ذخیرہ اندوزی کی سختی سے ممانعت کی جائے۔ معاشرے کے محروم المعیشت افراد کی ضروریات پورا کرنے کے لیے حکومت وقت اس وقت تک ان کے ساتھ مالی تعاون کرے جب تک وہ معاش کے حصول پر قادر نہ ہو جائیں۔

نتائج بحث

درج بالا بحث سے حاصل ہونے والے نتائج درج ذیل ہیں:

۱۔ نبی اکرمؐ کی سیرت طیبہ ہمارے لیے ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ معشت کے شعبے میں بھی سیرت نبویؐ سے ہمیں ایسے جامع اصول ملتے ہیں جن پر عمل کر کے کسی بھی معاشرے کی معیشت کو مضبوط بنایا جا سکتا ہے۔

۲۔ نبی اکرمؐ نے نہ صرف یہ کہ اپنے اقوال کے ذریعے معیشت کو بہتر بنانے کی ترغیب دی ہے بلکہ اپنے عمل کے ذریعے بھی اس بات کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ ریاست مدینہ کی صورت میں اس کی مثال ہمارے پاس موجود ہے۔

۳۔ معیشت کی مضبوطی کے لیے ضروری ہے کہ جائز ذرائع کو اختیار کیا جائے۔ تا کہ اُن ذرائع سے حاصل ہونے والے مال کو اپنی ضروریات پر خرچ کیا جا سکے۔ سیرت نبویؐ میں نہ صرف یہ کہ جائز ذرائع کو اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے بلکہ کام کرنے کے اوقات بھی بیان کر دیے گئے ہیں۔

۴۔ اُن ذرائع سے حاصل ہونے مال کو خرچ کرنے میں میانہ روی اور اعتدال سے کام لیا جائے۔ اسلامی تعلیمات میں اعتدال اور میانہ روی کو تو پسند کیا گیا ہے لیکن اسراف اور فضول خرچی کو ناپسند کیا گیا ہے۔

۵۔ مزدور طبقہ کی اجرت جلدی ادا کی جائے۔ کیونکہ ان افراد کی ضروریات پوری کرنے کا واحد ذریعہ ہی مزدوری ہے۔ دینِ اسلام میں مزدور کی اجرت میں تاخیر کرنے والوں کے لیے سخت وعید کا اعلان کیا گیا ہے۔

۶۔ معاشرے کے ایسے افراد جن کے پاس کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے، حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے افراد کے لیے ذرائع معاش کا اہتمام کریں۔ جب تک وہ بے روزگار ہیں، اُن کے کھانے، پینے، پہننے اور رہنے کا انتظام حکومت کی ذمہ داری ہے۔

۷۔ معاشرے کے ایسے افراد جو ذرائع معاش اپنانے سے عاجز آ چکے ہیں، اُن کی کفالت ریاستی کی ذمہ داری ہے

۸۔ ایسے افراد کی سرپرستی ہمیشہ ریاست ہی کرے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆